بشریٰ فرخ کا شعری مجموعہ ''جدائی بھی ضروری ہے'': تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ڈاکٹر جاوید بادشاہ*

Abstract:

Bushra Farrukh is a renowned name in the poetic milieu of peshawar. Being a femal, her poetry is significant in every respect. Her book expresses her feelings in a unique manner. Indeed, her poetry is not only based on sincere love but also an self-esteem beyond all doubt this is invaluable addition to urdu poetry.

بشریٰ فرخ کا شمار خیبر پختونخوا خصوصاً دبستانِ پشاور کے نمائندہ شعراء میں ہوتا ہے۔ بحیثیت خاتون اُن کی شاعری ہر حوالے سے منفرد اہمیت کی حامل ہے۔ ''جدائی بھی ضروری ہے'' اُن کی شاعری کا چوتھا مجموعہ ہے۔'' اک قیامت ہے لمحہ موجود''، ''ادھوری محبت کا پورا سفر'' اور ''بہت گہری اُداسی ہے'' کے بعد ''جدائی بھی ضروری ہے'' بشریٰ فرخ کے مشاہدات اور تجربات کا بتدریج نچوڑ ہے یہی وجہ ہے کہ اس مجموعے میں اُن کی پختگی اور سنجیدگی کا پرتو کھُل کر نظر آتا ہے۔

اس مجموعہ میں زیادہ تر غزلیات ہیں اور اُردو زبان وادب میں غزل کی مقبولیت، قبولیت اور قدر و قیمت مسلم ہے۔ ہر دور میں غزل کی صنف کو جتنی پزیرائی ملی ہے وہ کسی اور صنف کو نصیب نہیں ہوئی غزل کی شرینی اور اور شائستگی کے بارے میں ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی کہتے ہیں۔

> ''اُردو ادب اور اُردو سماج میں غزل کا وہی درجہ ہے جو کسی بھرے پُرے گھر میں ایک البیلی دوشیزہ کا ہوتا ہے۔ اس کے چاہنے والوں میں بچے، جوان، بوڑھے، عورت، مرد، رند، صوفی، اہل، نااہل سبھی ہیں بعض اس کے اھڑ پن کے دلدادہ ہیں اور بعضے اس کی متانت ورکھ رکھاؤ کے شیدائی ہیں اور بعضے اس کے تاؤ بھائے اور چاؤ چونچلے پر

* شعبہ اُردو، اسلامیہ کالج، پشاور

ناک بھوں بھی چڑھاتے ہیں۔ جوانوں کو اس سے عاشقانہ ورندانہ برتاؤ ہے اور
بوڑھوں کا پیرانہ ویدرانہ"(۱)

اسی تناظر میں جب ہم بشریٰ فرخ کی غزلیات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ تمام حوالے بھرپور انداز میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔اُن کی شخصیت کا البیلا پن اُن کی شاعری میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ وہ محبت کو تازہ یا نیا انکشاف نہیں سمجھتی بلکہ وہ شروع سے اپنے دل کو اپنے خلاف سمجھتی ہے۔اسی طرح باتوں باتوں میں بات کا بڑھ جانا بھی اُن کا فطری تجربہ ہے۔

یہ کوئی تازہ انکشاف نہ تھا ۔۔۔۔ دل مرا کب مرے خلاف نہ تھا
باتوں باتوں میں بڑھ گئی تھی بات ۔۔۔۔ ورنہ کچھ اُن سے اختلاف نہ تھا (۲)

بشریٰ فرخ کی شاعری اُس کے خوابوں، حقیقتوں، مشاہدات اور تجربات کی عکاس ہے اس تناظر میں وہ خود کہتی ہیں۔

"جدائی بھی ضروری ہے" بھی کچھ خوابوں، کچھ حقیقتوں کچھ مشاہدات اور کچھ تجربوں پر مبنی ہے۔ جو اگر تلخ بھی ہیں تو میں اُن اپنی ضرورت کے مطابق شیرینی گھول لیتی ہوں کہ زندگی اسی کا نام ہے"(۳)

یقیناً زندگی اسی کا نام ہے تلخ حقیقتوں کو سہہ لینا اور اُسی کے بل بوتے پر آگے بڑھنا۔

چند گھڑیاں ترے کوچے میں گزار آتے ہیں ۔۔۔۔ تو سُنے یا نہ سُنے تجھ کو پکار آتے ہیں
درد کی چھاؤں میں کھلتے یہ اُداسی کے کنول ۔۔۔۔ دل کے موسم کو ذرا اور نکھار آتے ہیں
ڈوبنے لگتے ہیں منجدھار میں جب بھی بشریٰ ۔۔۔۔ خود ہی طوفاں ہمیں اُس پار اُتار آتے ہیں (۴)

غزل کا کینوس بہت وسیع ہے اس میں داخلی اور خارجی واردات اور ہر قسم کے خیالات وموضوعات سمائے جاسکتے ہیں بقول ڈاکٹر سلیم اختر۔

"غزل میں آسمان تلے ہر بات، موضوع، مسئلہ کے بارے میں ہر نوع کے خیالات وتصورات کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ عشق (مذکر، مونث، مجازی، حقیقی) جنس، تصوف، افلاس، غم زمانہ، ذاتی احوال، نفسی اور نفسیاتی مسائل، نرگس رجحانات فرد، عفر اور معاشرہ سب نے غزل میں جگہ پائی۔"(۵)

بشریٰ فرخ نے غزل کی اس وسعت کا بھرپور فائدہ اُٹھایا ہے۔ وہ محبت کو بھی سمجھتی ہے اور اس کے اثر ہونے کا ادراک بھی رکھتی ہے۔ وہ اپنی مہارت سے بھی واقف ہے اور اپنے ہنر کو معتبر ہونے میں جو وقت درکار ہے اُس کا شعور بھی رکھتی ہے اور یہی اس کا کمال ہے۔

محبت کا اثر ہونے میں کچھ دن تو لگیں گے ۔۔۔۔ سرائے دل کو گھر ہونے میں کچھ دن تو لگیں گے

ابھی جذبوں کی لے مدھم سُروں میں بولتی ہے   اسے شوریدہ سر ہونے میں کچھ دن تو لگیں گے
مہارت آپ کی اپنی جگہ ہے خوب لیکن   ہُنر کو معتبر ہونے میں کچھ دن تو لگیں گے (۶)

ایک خاتون ہونے کے ناطے بشریٰ فرخ کے ہاں بھی ہمیں تحفظ کا احساس ملتا ہے نفسیاتی طور پر ہر عورت مرد کے ساتھ ہی مکمل ہوتی ہے اور یہی اُس کی زندگی کی حد ہوتی ہے جس میں وہ محدود لیکن مطمئن اور خوش ہوتی ہے۔

بڑی مکمل وحدود تھی مری دُنیا   کہ زندگی تھی ترے بازوؤں کے گھیرے میں (۷)

بشریٰ فرخ محبت کی سچائی اور حقیقت کو نہ صرف سمجھتی ہیں بلکہ وہ اس کو اعزاز بھی سمجھتی ہیں خود فرماتی ہیں۔

''محبت انسان کو کتنا خوبصورت کتنا پرکشش بنا دیتی ہے۔ ان لوگوں کو اس کا احساس کیوں نہیں ہوتا جو نفرتوں، کدورتوں، حسد اور بغض سے اپنے چہرے مسخ کر لیتے ہیں اپنے دلوں کو زنگ آلودہ کر دیتے ہیں۔ کاش وہ ایک مرتبہ اس دُرِ نایاب کی قدر و قیمت جان لیں تو زندگی اُن کے لئے کتنی آسان، کتنی پُرسکون ہو جائے''(۸)

بشریٰ فرخ کے ہاں محبت اتنی خوبصورت اور پُرکشش ہے کہ وہ داد کے سلسلے کو بھی رابطہ سمجھتی ہے اور پیار کی سزا کو بھی زندگی کا مزہ سمجھتی ہے۔

اُن سے کچھ رابطہ تو باقی ہے   درد کا سلسلہ تو باقی ہے
پیار کی کچھ سزا تو باقی ہے   زندگی کا مزہ تو باقی ہے (۹)

اسی طرح ایک اور غزل میں فرماتی ہیں۔

بہت روکا اسے ہم نے مگر اس دل نے چپکے سے   ہواؤں کو کسی کے نام اک پیغام دے ڈالا
گلوں کو چھوڑ کر تھا خار چُننا کس قدر مشکل   مگر ہم نے یہ مشکل کام بھی انجام دے ڈالا (۱۰)

بشریٰ فرخ کے ہاں اگر ایک طرف ہمیں محبت میں بہہ کر سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ ملتا ہے تو دوسری طرف اُس کے ہاں انا، خودداری اور عزت نفس کی کیفیت بھی نظر آتی ہے۔

نئے سرے سے روابط بحال کیا کرنا   جو کل گزر گیا اُس کا ملال کیا کرنا
ذراسی بات ہے، اُس نے بھلا دیا مجھ کو   ذراسی بات کو جی کا وبال کیا کرنا
بغیر اُس کے بھی یہ داستان مکمل ہے   کتابِ ہجر میں بابِ وصال کیا کرنا (۱۱)

''عشق و محبت کا موضوع چونکہ حقیقت پر مبنی ہے اس لئے یہ اُردو شاعری اور خصوصاً غزل کا روایتی موضوع ہے بقول ڈاکٹر آفتاب احمد۔

''عشق ہماری ہی نہیں دُنیا بھر کی شاعری کا دل پسند موضوع ہے۔ دُنیا کا شاید ہی کوئی شاعر ایسا گزرا ہو گا جس نے دل کی رام کہانی نہ کہی ہو''(۱۲)

عشق میں خوشی بھی ہوتی ہے اور غم بھی بلکہ خوشی اور غم عشق کی وادی میں لازم وملزوم سمجھے جاتے ہیں بشریٰ فرخ کے ہاں بھی یہی کیفیت نظر آتی ہے۔

کہانی سے وہ یوں انصاف کرتا جا رہا ہے — خوشی کے بعد غم کا رنگ بھرتا جا رہا ہے
دلِ بشریٰ میں تیرا پیار وہ چڑھتا سمندر — جو دریاؤں ، ندی نالوں کو بھرتا جا رہا ہے (۱۳)

بشریٰ فرخ چونکہ خاتون ہیں اسلئے اکثر مشرقی خواتین کی طرح قناعت پسند طبیعت کی مالک ہیں اور یہی اُن کی شخصیت کا حُسن اور لاجواب عکس ہے۔

ایک تُو، ایک تیرا پیار بہت کافی ہے — اُپنا چھوٹا سا یہ سنسار بہت کافی ہے
سچے جذبوں کو ضرورت نہیں گویائی کی — لب خاموش کا اظہار بہت کافی ہے
کچھ نہیں چاہئے یہ عمر سر کرنے کو — چند لمحوں کا ترا پیار بہت کافی ہے (۱۴)

حوالہ جات وکتابیات

۱۔ سید ظہر الدین مدنی، ڈاکٹر ''اُردو غزل ولی تک''، اسماعیل یوسف کالج جوگیشوری، بمبئی، ۱۹۶۰ء، ص ۹

۲۔ بشریٰ فرخ ''جدائی بھی ضروری ہے''، محکمہ ثقافت واطلاعات حکومت، خیبر پختونخوا، مارچ ۲۰۱۳ء، ص ۲۲

۳۔ ایضاً، ص XVI

۴۔ ایضاً، ص ۲۹

۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر ''تنقیدی اصطلاحات''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۹۲

۶۔ ایضاً، ص ۴۰

۷۔ ایضاً، ص ۵۱

۸۔ ایضاً، ص XVII

۹۔ ایضاً، ص ۳۴

۱۰۔ ایضاً، ص ۶۹

۱۱۔ ایضاً، ص ۷۷

۱۲۔ آفتاب احمد، ڈاکٹر ''غالب آشفتہ نوا''، مکتبہ دانیال، کراچی، س ن، ص ۲۴

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۷۸

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۸۸